بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

رسالہ طلوع اسلام دہلی کی اشاعت جون میں ایک صاحب کا طویل مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی۔ اور یہ خاکسار راقم الحروف۔ ان سب کا روایات کے بارہ میں وہی عقیدہ ہے جو طلوع اسلام میں پیش کیا گیا ہے۔ مراسلہ نگار کا دعویٰ اگرچہ ہمہ گیر ہے لیکن ان کے اس خدنگِ عنایت کا رخ زیادہ تر اس ناچیز کی ہی طرف رہا ہے چنانچہ رسالہ کے پورے گیارہ صفحات میں ندوۃ المصنفین کی کتاب "فہم قرآن" کے طویل اقتباسات نقل کرکے اس دعویٰ کو مبرھن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس عجوبہ زار ہستی میں کوئی بات بھی حیرت انگیز نہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ اگر ارباب طلوعِ اسلام کا روایات کی حجیت کے بارہ میں اب بھی وہی عقیدہ ہے جس کا اظہار رسالہ کی گذشتہ اشاعتوں میں بڑے شدومد کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مراسلہ نگار کی یہ تحریر توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہ قائلہٗ کی سب سے زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز مثال ہے۔ مراسلہ نگار نے اپنا مدعا ثابت کرنے کیلئے "فہم قرآن" کی عبارتیں متعدد مقامات سے نقل کی ہیں اور ان عبارتوں کا عنوان کہیں کہیں خود اپنی طرف سے قائم کیا ہے جس کے باعث مصنف کی مراد خبط ہو جاتی ہے اور مراسلہ نگار کو مصنف کے بارہ میں غلط فہمی پھیلانے کا اچھا موقع مل جاتا ہے۔

مراسلہ نگار کے نزدیک اثباتِ مدعا کا سب سے بڑا سہارا فہم قرآن کی وہ عبارت ہے جو انھوں نے کتاب کے صفحہ ۸۴ سے نقل کی ہے اور جس کا عنوان انھوں نے خود اپنی طرف سے قائم کیا ہے "حدیث مستقل تشریع نہیں بلکہ بیان وتفصیل وحیِ الٰہی ہے"۔ حالانکہ اصل کتاب میں اس عبارت کا عنوان یوں ہے "حدیث کی تشریعی حیثیت اور اس سے غرض"۔ مراسلہ نگار نے صفحہ ۸۴ کی یہ پوری عبارت نقل کرکے ثابت کرنا چاہا ہے کہ فہم قرآن کا مصنف حدیث

کی تشریعی حیثیت کا قائل نہیں ہے حالانکہ جیسا کہ خود مراسلہ نگار نے حوالہ دیا ہے فہم قرآن کے صفحہ ۶۶ پر حافظ ابن قیم کے حوالہ سے یہ عبارت موجود ہے " جو سنت قرآن پر کسی طرح بھی زائد ہوگی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک مستقل تشریع ہے اس کی اطاعت واجب اور معصیت حرام ہے " لیکن چونکہ حدیث کی تشریعی حیثیت کی وضاحت ضروری تھی اس لئے " حدیث کی تشریعی حیثیت اور اس سے غرض " کے زیر عنوان متعدد امثال و نظائر کو پیش کرنے کے بعد صفحہ ۸۴ پر حسب ذیل عبارت لکھی گئی۔

" ان چند مثالوں سے یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ ہم حدیث کی تشریعی حیثیت سے کیا مراد لیتے ہیں یعنی جب ہم کسی چیز کے متعلق احکام وضع کرنا چاہتے ہیں تو قرآن مجید کو اصل قرار دیکر احادیث کا تتبع کرتے ہیں اور پھر دونوں کی تطبیق سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں نہ یہ کہ سنت کو مستقل تشریعی حیثیت حاصل ہے اور قرآن مجید سے قطع نظر کر کے صرف سنت سے استخراج احکام کیا جا سکتا ہے "

مراسلہ نگار کو فہم قرآن کی مذکورہ بالا دو عبارتوں میں جو صفحہ ۶۶ اور صفحہ ۸۴ سے نقل کی گئی ہیں تعارض نظر آتا ہے حالانکہ بات بالکل واضح ہے صفحہ ۶۶ پر جہاں لکھا ہے کہ " حدیث مستقل تشریع ہے " اس عبارت کو سیاق و سباق سے ملا کر پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو سنت قرآن سے متعارض نہ ہو بلکہ اس میں کوئی ایسا حکم بیان کیا گیا ہو جس کا قرآن میں نفیاً یا اثباتاً سرے سے کوئی ذکر ہی نہ ہو۔ یا ذکر تو ہو مگر مجملاً اور حدیث سے اس کی تفصیل معلوم ہوتی ہو اور وہ حدیث اصول روایت و درایت کے لحاظ سے صحیح بھی ہو تو یقیناً اس حدیث سے تشریع کا کام لیا جائیگا اور اس سے جو حکم مستنبط ہوگا اس کو شرعی طور پر وہی اہمیت حاصل ہوگی جو حکم مستنبط من القرآن کو حاصل ہوتی ہے۔ فہم قرآن کا صفحہ ۸۵ اور ۸۶ پڑھیے۔ ان دونوں صفحوں پر آپ کو اس کی مثالیں ملینگی۔ اب رہی صفحہ ۸۴ کی وہ عبارت جس سے مراسلہ نگار نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ میں حدیث کی تشریعی حیثیت کا منکر ہوں تو آپ اس عبارت کو صفحہ ۸۷ کی عبارت سے ملا کر پڑھئے آپ کو صاف معلوم ہوگا کہ ان صفحات میں میں نے حدیث کی تشریعی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ اصولِ درایت کے مطابق جو حدیث کسی قرآنی حکم سے متعارض ہوگی وہ قبول

نہ کی جائیگی، یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ مجھکو یہ لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ بعض محدثین نے جو "السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ" کہا ہے اس سے مغالطہ پیدا ہوسکتا تھا میری غرض اس لکھنے سے اسی مغالطہ کو دور کرنا تھا۔

فہم قرآن کی عبارت صفحہ ۸۴ پر جو عنوان مراسلہ نگار نے از خود قائم کیا ہے یعنی یہ کہ "حدیث مستقل تشریع نہیں بلکہ بیان و تفصیل وحی الٰہی ہے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مراسلہ نگار بھی حدیث کو "بیان و تفصیل وحی الٰہی" مانتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ نص خفی اور اس کا بیان دونوں کا حکم ایک ہی ہوتا ہے یا دونوں متغائر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں میں تغائر کا تو کوئی عقلمند بھی قائل نہیں ہوسکتا لامحالہ دونوں کا ایک ہی حکم ہوگا۔ مثلاً ربوا کا حکم لیجئے۔ قرآن مجید سے ربوا کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن ربوا کیا ہے؟ قرآن اس کی تشریح نہیں کرتا۔ حدیث صحیح سے اس کا مفہوم متعین ہوتا ہے تو اب یقیناً ربوا کے متعلق آپ جو احکام بنائیں گے ان کی تشریح میں قرآن اور سنت دونوں کو ہی دخل ہوگا۔ قرآن کو بحیثیت متن اور حدیث کو بحیثیت شرح و تفسیر، پس اگر آپ حدیث کو تفسیر و بیان وحی الٰہی مانتے ہیں تب بھی اس کی تشریعی حیثیت خودبخود متعین اور ثابت ہوجاتی ہے

ہاں یہ صحیح ہے کہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور حدیث ظنی۔ لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ ظنی ہونے کے باعث حدیث میں تشریع یا حجت دینی ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔ حدیث تو الگ رہی، قرآن کے کسی لفظ مشترک (مثلاً قروء) کے کسی معنیٰ کی آپ تعیین کرتے ہیں تو اس معنیٰ کا اس لفظ کیلئے ثبوت قطعی ہوتا ہے یا ظنی؟ یقیناً ظنی ہوتا ہے تو پھر کیا اب اس میں اس بات کی صلاحیت نہیں رہتی کہ معنیٰ مراد کے اعتبار سے اس لفظ سے کوئی شرعی حکم مستنبط کیا جائے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو بتائیے کہ زوجہ مطلقہ کی عدت کا حکم آپ کس آیت سے ثابت کرینگے؟ بہرحال مقصد یہ ہے کہ ایک روایت کو اصول روایت و درایت کی کسوٹی پر اچھی طرح پرکھئے۔ اور پھر اگر وہ کھری ثابت ہو تو اب اس سے تشریع کا کام لینے میں کیا چیز مانع ہوسکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شارع اسلام تھے۔ اس بنا پر جس روایت کا ثبوت آپ سے ہوجائے گا وہ بے شبہ حجت دینی ہوگی۔ ہم آئندہ اس سلسلہ میں کچھ اور عرض کریں گے۔